بابو خورشید احمد صاحب

(بھٹیاں والے)

بارہ آنے سے کروڑوں تک کا سفر

1932-2011

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اول و آخر سب سے اعلیٰ و برتر خالق کائنات	اللہ تعالیٰ
اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے برتر و اعلیٰ ہستی	حضرت محمد ﷺ
سب سے برتر مقدس کتاب۔	قرآن مجید
سب سے برتر مقدس مذہب۔	اسلام
سب سے برتر و مقدس کلمہ۔	لا الہ الا اللہ
سب سے مقدس و برتر مقام۔	خانۂ کعبہ اور مکہ مکرمہ

حمد و ثناء اور تمام تعریفیں صرف اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے لئے پیش۔ حمد و ثناء اور دو درود و سلام کے بعد مختصر اً تعارف

بابو خورشید احمد صاحب (بھٹیاں والے)

دوستوں یوں تو حسن ابدال شہر اور اس کی تاریخ میں بہت سی سیاسی مذہبی اور سماجی با اثر اور با کردار شخصیات گزری ہیں پر آج میں آپ کا تعارف ایک ایسی شخصیت سے کرانا چاہتا ہوں جن کا حسن ابدال شہر اور اس کی ترقی میں سیاسی مذہبی سماجی کے ساتھ کاروباری لحاظ سے بھی بہت بڑا کردار ہے۔

نام:	خورشید احمد	والد کا نام:	فیض بخش
تاریخ پیدائش:	1932ء	جائے پیدائش:	گاؤں سروبہ ضلع جہلم
ازدواجی زندگی:	1953ء میں شادی ہوئی۔	خاندان:	دو بیٹے۔ چار بیٹیاں
مکان نمبر:	B-III-690 ایڈریس خواجہ نگر خورشید حسن ابدال۔	قوم:	اعوان

خاندان کے قریبی دیگر افراد۔ حاجی عبدالرحمٰن صاحب، بابا غلام رسول، حاجی گلزار احمد صاحب، حاجی یعقوب صاحب، ماما سلیم

قریبی دوست احباب: لالا غلام فرید صاحب، وزیر بیگ صاحب، محمد نذیر صاحب، رعلی محمد صاحب چوہدری مرید اور چوہدری غلام رسول اور چوہدری جمشید۔

ایک دن اچانک میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میرے دادا مرحوم خورشید صاحب نے بہت بھرپور اور کامیاب زندگی گزاری ہے تو کیوں نہ میں انکی زندگی کے اہم پہلوؤں کو صفحہ کرطاس میں محفوظ کرلوں۔ چنانچہ اس خیال کو عملی جامہ پہنچانے کے لئے زیر نظر یاداشتیں احاطہ تحریر میں لانے کی کوشش کی ہے۔ جس کے لیے دفتر کی الماریوں میں بند پرانے رجسٹروں اور کاغذات وغیرہ سے بڑی مدد ملی ہے۔ اس کے علاوہ اس مضمون کی تیاری میں حاجی عزیز الرحمٰن صاحب نے بھی میری بھرپور رہنمائی فرمائی ہے

(دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کوشش میں کامیاب فرمائیں آمین)۔

بابو خورشید احمد ایک شخصیت کا نہیں بلکہ ایک جدو جہد مسلسل کا نام ہے۔ اس شخصیت کا ذکر کرتے ہوئے میں اپنے آپ کو بہت چھوٹا محسوس کرتا ہوں۔ بہر حال یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ انکی سوانح حیات کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کا مجھے موقع مل رہا ہے۔ میری کوشش ہوگی کہ میں جو بھی لکھوں حقیقت میں حقیقت ہی ہو۔

بابو خورشید احمد سنہ 1932ء میں ضلع جہلم کی تحصیل پنڈ دادن خان کے ایک چھوٹے سے گاؤں سروبہ میں فیض بخش صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ جو ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے آپ کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں انگریزی دور تھا کسی نہ کسی طرح گھر کا نظام چل رہا تھا انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہندوستان کے طول وعرض میں آزادی کی تحریکیں چل رہی تھی۔ 1937ء میں آپ نے اپنی تعلیم آغاز کرتے ہوئے اپنے گاؤں سروبہ کے پرائمری سکول میں داخلہ لیا آپ کو بچپن ہی سے تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا لیکن ملکی اور گھریلو حالات کی وجہ سے بظاہر یہ بہت مشکل تھا۔

تاہم مشکلات کے باوجود آپ نے 1943 میں پانچویں جماعت کا امتحان پاس کرنے کے بعد سروبہ ہائی سکول میں داخلہ لے لیا جس میں روزانہ چار سے پانچ میل سفر کر کے آنا جانا پڑتا تھا۔ 1946ء میں آپ نے ساتویں جماعت کا امتحان پاس کیا اس وقت تک ملکی حالات بہت خراب ہو چکے تھے مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن (پاکستان) کے قیام کے لیے بہت سرگرم تھی اس سلسلے میں مسلمانوں کے جوش و خروش میں بہت زیادہ اضافہ ہو چکا تھا ملک کے طول و عرض میں ایک ہی نعرہ گونج رہا تھا "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ اللہ" اور "لے کر رہیں گے پاکستان'۔۔۔۔۔'لے کر رہیں گے پاکستان'

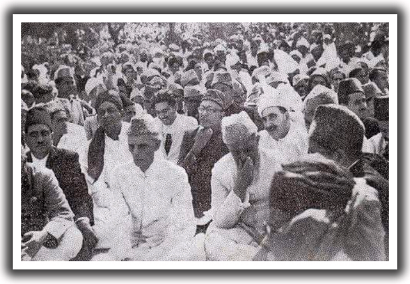
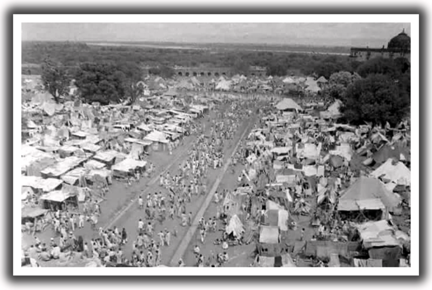
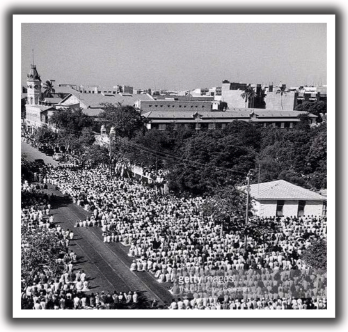

1940ء کی قرارداد پاکستان کے صرف سات سال بعد مسلمانوں کی الگ وطن کے لیے جدوجہد کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست ملک (پاکستان) معرض وجود میں آئی لیکن مسلمانوں کو آزادی کی 14 اگست 1947ء کی بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑی۔ ہندو مسلم فسادات خصوصاً سکھوں کے ہاتھوں لاکھوں مسلمان بچے، بوڑھے مرد اور عورتیں شہید کر دیئے گئے۔ عصمتیں لوٹی گئیں، جائیدادیں جلائی گئی ہزاروں لڑکیاں اغوا کر لی گئیں لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کے لیئے بے یارومددگار قافلے کسی نہ کسی طرح جانیں بچا کر مختلف طریقے سے پاکستان پہنچنے لگے ایسے حالات میں ایک نوزائیدہ ملک کے لیے لاکھوں مہاجرین کو سنبھالنا اور وجود کا قیام رکھنا بہت بڑا مسئلہ تھا تاہم قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت اور لیاقت علی خان جو پہلے وزیراعظم پاکستان کی غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے جلد ہی پاکستان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور آہستہ آہستہ مسائل پر قابو پایا جانے لگا۔

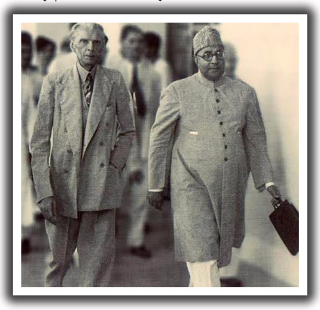

1949ء میں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لیے ہرن پور کے گورنمنٹ ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ اور اٹھویں جماعت کا امتحان اپنے آزاد ملک میں دیا۔ ابھی اٹھویں جماعت کا نتیجہ بھی نہ آیا تھا کے ایک دن آپ کے والد آپ سے کہنے لگے کہ ہمارے حالات اچھے نہیں کچھ قرض لیا تھا جو ہم واپس نہیں کر پا رہے لہذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں بھی اپنے ساتھ کام پر لگوا دوں جس سے گھریلو حالات میں کچھ نہ کچھ تبدیلی آئے گی۔

چنانچہ اگلے ہی دن جولائی 1950ء کو آپ اپنے والد اور بڑے بھائی عبدالرحمٰن کے ساتھ ایک دوسرے گاؤں چھٹی پہنچے جہاں وہ بڑے بڑے پتھروں کو بادان کی مدد سے چھوٹے چھوٹے ٹکروں میں توڑنے کا کام کرتے تھے۔ آپ کے والد کی ایک دن کی دیہاڑی ایک روپیہ چار آنے اور بڑے بھائی کی ایک روپیہ روزانہ کی اجرت ملتی تھی۔ اور آپ کی روزانہ کی اجرت بارہ آنے مقرر کی گئی۔

(یاد رہے کہ اسوقت ایک روپیہ میں سولہ آنے ہوتے تھے اور انھیں بارہ آنے ملتے تھے)

آپ بتاتے ہیں کے اس وقت میری عمر تقریباً 18 برس تھی آج معمول کے مطابق میرا کام کا تیسرا دن تھا تھوڑی دیر ستانے کے لیے زمین پر بیٹھ گیا ایک سفید پتھر اٹھا کر زمین پر کچھ لکھنے لگا۔ اتنے میں ایک شخص جو وہاں حساب کتاب لکھتا تھا میرے قریب سے گزار مجھے دیکھ کر اس نے مجھے اپنے قریب بلایا مجھ سے پوچھا تم کون ہو اور کیا تم پڑھ لکھ سکتے ہو۔ میں خاموش رہا اسکے دوبارہ پوچھنے پر میں نے اسے بتایا کہ میں آٹھویں جماعت تک پڑھا ہوں۔ اس شخص نے مجھ سے ریاضی کے دو تین سوال پوچھے جن کے میں نے صحیح جواب دیئے ان لوگوں کو شاید ایک ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی وہ مجھے اپنے مالک کے پاس لے گیا انھوں نے مجھے حساب کتاب کے لیے دفتر میں رکھ لیا

اورمیری ایک دن کی اجرت بارہ آنے سے بڑھا کر ڈیڑھ روپیہ مقرر کردی۔آپ بتاتے ہیں کہ یہاں سے میری زندگی کا سب سے بڑا ٹرننگ پوائنٹ شروع تھا۔آپ بے حد خوش تھے اور اپنے کام کو پورے دلی طریقے سے سرانجام دیتے۔آپ نے اپنی محنت اور قابلیت کی وجہ سے وہاں کا سارا کام اکیلے سنبھال لیا جس سے وہاں کے مالک سمیت سبھی لوگ آپ کی بے حد عزت کرنے لگے۔

ابھی کچھ وقت ہی گزرا ہوگا کے اکثر وہاں ڈنڈوت شہر کے ایک شخص کا آنا جانا رہتا تھا۔جو کے مجھے بلکل اپنے بچوں کی طرح سمجھتے تھےا۔اور وہ میرے کام سے کافی متاثر بھی تھے۔انہوں نے مجھے ڈنڈوت کوئلے کی کانوں پر نگران بنانے کی پیشکش کی جو میں نے اپنے والد صاحب اور ادارہ کی اجازت سے قبول کرلی۔انھوں نے میری روزانہ کی اجرت دو روپے مقرر کی اور ساتھ ہی رہائش کے لیے ایک کوارٹر بھی دیا۔اور وہاں پر بھی آپ نے اپنی شبانہ روز محنت کے بل بوتے پر اللہ کی خاص کرم نوازی سے جلدی ہی اپنا آپ منوالیا۔کہ مسلسل محنت انسان کو بلندیوں کی طرف لے جاتی ہے مگر ایسا لگتا تھا کہ قدرت کو تو کچھ اور ہی منظور تھا جیسے

آپ نفاست پسند طبیعت کے مالک تھے اس لیے اپنے کوارٹر اور اپنے اردگرد کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کرتے تھے اسی وجہ سے جب کوئی وہاں مہمان آتا تو اسے میرے ساتھ ہی ٹھہرایا جاتا تھا 2 اکتوبر 1951ء کو میرے ساتھ ایک مہمان ٹھہرا جسکا نام برکت حیات خان تھا۔وہ شخص آپ کے رویے، حسن خلوص اور قابلیت سے بڑا متاثر ہوا اور آپ کو بتایا کے ان کا ضلع کیمبلپور کے شہر حسن ابدال میں واہ سٹون کے نام سے پتھر کرشنگ کا بہت وسیع کاروبار ہے۔انھوں نے بابو خورشید احمد کو پیشکش کی کہ تم ایک محنتی اور دیانتدار شخص ہو اور آگے جا کر ایک بہت بڑے آدمی بن سکتے ہو یہاں اپنا وقت ضائع کرنے کے بجائے میرے ساتھ چلو وہاں میں تمھیں اپنا کرش پلانٹ ٹھیکے پر دوں گا۔
آپ نے اس بارے میں بہت سوچا چونکہ آپ خود آگے بڑھ کر بھرپور کامیابی حاصل کرنا چاہتے تھے۔لہذا سوچ بچار کے بعد آپ 16 اکتوبر 1951ء پہلی بار کیمبل پور (حسن ابدال) تشریف لائے اس وقت آپ کی عمر تقریباً 19 سال تھی آپ بتاتے ہیں کے اس وقت حسن ابدال کی آبادی بہت کم تھی وسیع زمینیں خالی پڑی تھیں جہاں بھی نظر جاتی کھلا میدان اور کچھ جگہ کچے مکانات تھے۔آپ نے واہ سٹون کمپنی میں کریشنگ پلانٹ کا کام ٹھیکدار کے طور پر سنبھال لیا۔یہ پلانٹ ریلوے اسٹیشن کے قریب تھا اور جو قریب ترین مختصر سی آبادی تھی اسکا نام محلّہ خواجہ نگر تھا۔

آپ نے چار سال کے عرصے میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ مل کر 1954ء میں "خورشید احمد اینڈ کو" کے نام سے اپنا ذاتی ادارہ بنایا اور اسے گورنمنٹ کنٹریکٹ کی حیثیت سے رجسٹرڈ کروالیا اس وقت واہ آرڈیننس فیکٹری کا کام زوروشور سے جاری تھا آپ نے POF کا کنٹریکٹ حاصل کرکے کرش بجری کی سپلائی شروع کردی۔

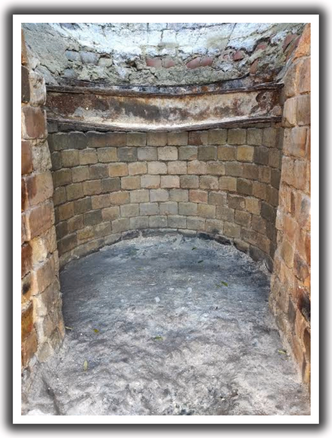

خوش قسمتی سے پاکستان نے اپنے بہت سے مسائل پر قابو پانے کے بعد تعمیر و ترقی کا سفر شروع کردیا تھا اس لئے خورشد اینڈ کو نے زیر تعمیر کیڈٹ کالج حسن ابدال کے علاوہ واہ کینٹ اور ٹیکسلا میں کئی کرش سپلائی کے کئی پروجیکس حاصل کرلئے تھے۔اکتوبر 1957ء میں پاکستان آرڈیننس فیکٹری کو ایک سفید کیمیکل پوڈر کی ضرورت تھی جس کی مینوفیکچرنگ اور سپلائی کے لئے آپ نے کوشش شروع کی۔یہ سفید کیمیکل نقطۂ عروج ثابت ہوا اور آپ کی کامیابی کا ستارہ چمکا اور 1958ء میں آپ نے اپنے بڑے بھائی عبدالرحمٰن اور طاہر خیلی خاندان کی ایک ممتاز شخصیت امیر خان طاہر خیلی کے ساتھ ملکر کیمیکل کی تیاری کے لیے تجرباتی طور پر چھوٹی بھٹیاں لگانے کا فیصلہ کیا اور اپنے دفتر کے ساتھ ہی جگہ خرید کر اس کام کی ابتدا کردی۔شروع شروع میں آپکو کافی نقصان اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے بھی ہمت نہ ہاری خوش قسمتی سے حسن ابدال میں موجود بابا ولی قندہاری کی پہاڑی کا پتھر تعمیراتی کاموں کے علاوہ سیمنٹ اور چونا بنانے کے لیے بہت اعلیٰ کوالٹی کا پتھر تھا۔

قدم چوم لیتی ہے خود بڑھ کے منزل مسافر اگر اپنی ہمت نہ ہارے

بالا آخر آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور واہ فیکٹری کو مطلوبہ کیمیکل بورڈ کی سپلائی شروع کر دی۔ اگر میں غلط نہیں تو شاید یہ پورے پنجاب کے علاقے میں پہلی چونے کی بٹھیاں تھیں جس پر علاقہ کے لوگوں نے اس جگہ اور اس چوک کا نام بھی بٹھیاں چوک رکھ دیا جو کا آج بھی اسی نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے

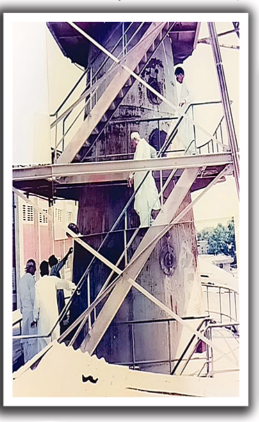

شروع میں اس کاروبار میں پانچ شراکت دار تھے اخراجات زیادہ منافع کم تھا۔ یہ شراکت داری تقریبا پانچ سال تک قائم رہی 1962ء میں مجبوراً شراکت داری کو ختم کرنا پڑا۔ 1963ء میں آپکو چونے کی حوصلہ افزا ڈیمانڈز آنے لگی آپ نے اس بار نواز خان طاہر خیلی اور انکے بیٹے علی اصغر خان کے ساتھ ملکر تین اور نئی بڑی بھٹیاں لگائیں۔ اس بار آپ کاروبار میں تین شراکت دار تھے۔ دو حصے خورشید صاحب اور ان کے بھائی عبدالرحمٰن صاحب کے اور ایک حصہ نواز خان صاحب اور ان کے بیٹے علی اصغر خان صاحب کا تھا۔
1968ء میں سوئی گیس کے آ جانے کی باتیں زور وشور سے ہونے لگی کہ اسکے ملنے سے لکڑ اور کوئلہ وغیرہ کی ضرورت نہی ہوگی اور یہ کہ سوئی گیس کے ذریعے پتھر کو چونا بنانے میں وقت بھی کم از کم پچاس فیصد کمی ہوگی۔ آپ نے اس سلسلے میں جملہ معلومات حاصل کرنے کے بعد سوئی گیس کے اسلام آباد آفس اور لاہور آفس سے کمرشل بنیاد پر سوئی گیس کنکشن کی بھی منظوری حاصل کرلی ۔ اور یوں 1969ء گیس کی لائن بچھوانے اور علاقے میں سوئی گیس کا پہلا کنکشن حاصل کیا۔ اس حساب سے اگر آپ کو Founder of Gas Lime Hassan Abdal بھی کہا جائے تو یہ غلط نہ ہوگا۔

آپ نے پرانی بھٹیاں ختم کر کے نئے پلانٹ شروع کیے جس سے چونے کی پیداوار اور کوالٹی میں نمایاں اضافہ ہوا ملک بھر کی شوگر ملوں اور دیگر اداروں سے چونے کی ڈیمانڈ اتنی بڑھی کہ چونے کے کاروبار میں ایک وسیع انقلاب برپا ہوا۔ ڈیمانڈ میں اضافے کے باعث آرڈرز میں بے پناہ شدت آئی۔ پورے پاکستان میں چونے کی بہترین کوالٹی اور معیار کی وجہ سے بابو خورشید اینڈ لائم ایک سمبل کے طور پر جانا جانے لگا۔ وقت کے ساتھ ساتھ کام کی نوعیت میں بے پناہ اضافہ ہوتا چلا گیا ایک وہ بھی ٹائم آگیا کے آپ اکیلے پورے پاکستان کی 50 فیصد سے زیادہ لائم کی سپلائی خورشید احمد اینڈ کو یا پھر خورشید اصغر اینڈ کو سے ہوتی تھی۔

بڑھتی ہوئی اس ڈیمانڈ کی وجہ سے آپ نے لوکل کمیونٹی میں اور بھی بہت سے لوگوں کو کاروبار میں آنے کے لیے جتنا ہو سکے اتنی بڑھ چڑھ کر مدد کی ۔ بابو خورشید کی مخلصانہ اور محبت بھرے رویے کے باعث دیگر افراد نے بھی کاروبار میں حصہ لیا اور خوب ترقی کی جس میں بابو خورشید کے مثبت اور تعاون والے جذبے کو ہمیشہ آج بھی اچھے الفاظ میں یاد کیا جاتا ہے جو کہ انکی اس شہر اور لوگوں سے ولولہ انگیز چاہت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ نہ صرف خورشید اینڈ کو نے خوب ترقی کی بلکہ دیگر کاروباری افراد نے بھی آپ کے تجربے سے خوب استفادہ حاصل کیا۔ جس کا سہرا بابو خورشید کی ان تھک محنت اور کوشش کے نتیجے میں سامنے آیا۔

لائم کے علاوہ آپ نے اور بھی بہت سے کاروبار میں اپنے قدم جما لیے تھے۔میگنا سائید، ڈولومائٹ، چارکول، اور کیری کوئل کے علاوہ ذاتی کرش پلانٹس بھی سرفہرست ہیں۔
مزید آپ نے اپنی ٹرانسپورٹ کمپنی بنا کر بھی اپنی لائم کی سپلائی کی ٹرانسپورٹ کو بھی خود سنبھالا۔

ایک اندازے کے مطابق 1980 تک حسن ابدال شہر کا نام کاروباری لحاظ سے پورے پاکستان کی انڈسٹریز میں جانا جاتا تھا اور آپ کو 1980 کی دہائی میں انتہائی معتبر کاروباری شخصیت کے طور پر جانا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ 1990 تک حسن ابدال اور اس کے گردونواں میں 40 سے زیادہ خاندانوں نے اس کاروبار میں اپنے قدم رکھ لیے تھے۔اور پورے پاکستان کی شوگر ملز، سٹیل ملز، گتا ملز، پیپر مل، ربڑ انڈسٹریز کے ساتھ ساتھ چمڑے کے کارخانوں میں اور اس سے بڑھ کر لوکل دکانوں میں چونے کی سپلائی حسن ابدال سے پوری ہوتی تھی۔اور روز تقریبا حسن ابدال اور اس کے گردونوا سے تقریبا 500 ٹن سے زاہد چونا بنتا اور سپلائی ہوتا تھا۔

کوئی عروج دے نہ زوال دے ---- مجھے صرف اتنا کمال دے
مجھے اپنی راہ میں ڈال دے ---- کہ زمانہ میری مثال دے

لیکن کہتے ہیں کہ وقت سدا ایک جیسا نہیں رہتا ہر عروج کو زوال ہے۔یہی وجہ ہے کہ جیسے جیسے ٹائم گزرتا رہا ملکی حالات کی وجہ سے اور گیس میں کمی کی وجہ سے اس کاروبار میں مشکلات پیدا ہونے لگی جو کہ روز بروز بڑھتی ہی چلی گئی۔2003ء کے بعد مذکورہ کاروبار زوال کا شکار ہوتا گیا اور انتہائی عروج پانے والا لائم کا کاروبار اس قدر زوال کا شکار ہوا کہ 2007ء تک چونے کی بیشتر بھٹیاں یا تو مکمل ختم ہوگئیں یا برائے نام رہ گئیں۔

مگر کچھ لوگوں نے آج بھی اس کاروبار کو مکمل بند ہونے سے بچانے کے لیے اسے قائم رکھنے کی پوری کوشش کی ہے۔آج بھی مختلف انڈسٹریز کارخانے اور دکانداروں کو حسن ابدال سے لائم فروخت کیا جاتا ہے۔اور آج بھی پورے پاکستان میں حسن ابدال گیس لائم کی کوالٹی اور ڈیمانڈ عروج پر رہتی ہے۔یہ تو تھے کاروباری معاملات مگر آپ نے اس سے ہٹ کر روزمرہ کے سماجی اور فلاحی کاموں میں بھی کسی سے کم نہ تھے۔یہی وجہ ہے کا آپ کا نام حسن ابدال کے بڑے بڑے ناموں میں شمار ہوتا ہے۔اس سلسلے میں آپ کی خدمات مختصراً درج ذیل ہیں۔

۱۔ 1960 میں محلّہ خواجہ نگر میں اصلاحی کمیٹی قائم کی گئی جس کا نام اصلاحی کمیٹی محلّہ خواجہ نگر رکھا گیا اس کمیٹی میں آپ نے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے اپنی خدمات سرانجام دی۔
۲۔خواجہ نگر کے لیے قبرستان کی جگہ کی خریداری اور قبرستان کمیٹی کے قیام میں اہم کردار ادا کیا اور اس کے بھی پہلے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔
۳۔آپ پاکستان عشر زکوۃ کمیٹی تحصیل حسن ابدال کے چیئر مین بھی رہے۔جس میں اہل علاقہ میں حسن ابدال اور اس کے گردونواں کہ تمام گاؤں بھی شامل تھے۔
۴۔جب حسن ابدال میں سیرت کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی تو آپ اس کے پہلے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔
۵۔آپ نے ویلفیئر سوسائٹی ضلع اٹک میں حسن ابدال کی طرف سے ممبر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دی۔
۶۔حسن ابدال ٹاؤن اعلی انجمن فلاح و بہبود میں سرپرست اعلی کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔
۷۔کاروباری لحاظ سے آپ 1974 میں چیمبر اف کامرس حسن ابدال تحصیل کہ بزنس کمیونٹی کے صدر بھی رہے۔
۸۔علاوہ ازیں کچھ دوست احباب کے ساتھ مل کر لائم مینوفیکچرنگ ایسوسیشن کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی جو کہ چونے سے متعلق فیصلہ جات سارے مالکان مشاورت کے ساتھ سرانجام دیتے۔

ظاہری طور پر انسانی خدمت کے جذبے سے اپ نے اللہ کی اور اس کی مخلوق کی محبت میں زندگی کے کسی بھی لمحے غفلت نہ کی جس کا زمانہ معترف ہے۔آپ نے اپنے پیچھے دو بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں جنکی شادیاں آپ نے اپنی زندگی میں کر دی تھی۔

بڑے بیٹے برکات احمد نے آپکا کاروبار سنبھال رکھا ہے
ورمزید اس کو ترقی کی راہ پر لے کر چل رہے ہیں
اور آپ قبرستان کمیٹی خواجہ نگر کے جنرل سیکرٹری بھی ہیں

چھوٹے بیٹے فاروق احمد نے تعلیم کے شعبے میں بڑا نام پیدا کیا ہے
وہ کئی تعلیمی ادارے چلا رہے ہیں اسکے ساتھ وہ سیرت کمیٹی تحصیل حسن ابدال
کے جنرل سیکرٹری بھی ہیں

علاقہ اور اہل علاقہ کے لیے آپ کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔آپ ایک کامیاب اور باعزت زندگی گزارنے کے بعد 30 مارچ 2011 کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے آپ محلّہ خواجہ نگر کے قدیمی قبرستان میں دفن ہوئے۔

بارہ آنے دیہاڑی سے عملی زندگی شروع کرنے والا انسان اپنی محنت اور جدوجہد کے ذریعے اپنے پیچھے کڑوروں کے اثاثے چھوڑ گیا۔

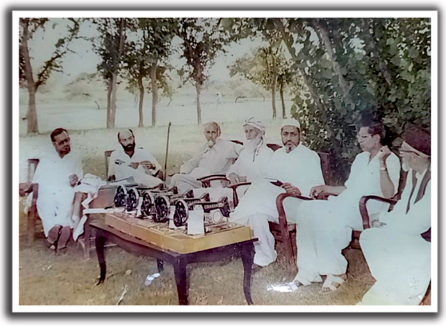

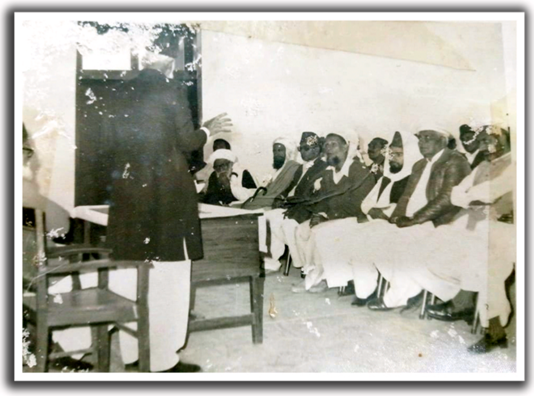

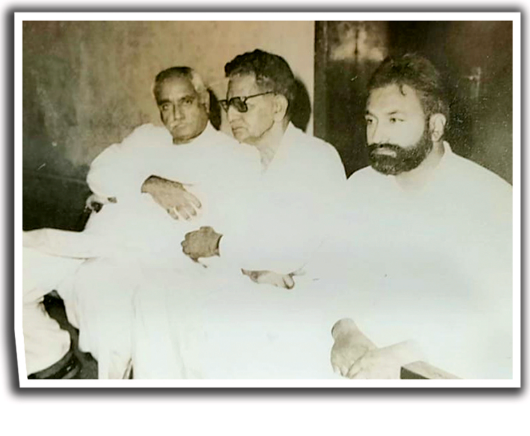

Written By:Naqash Ahmed Awan
03005280110